اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ان سطور کا عاجز و ناچیز راقم اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ اس تعؒ نے کمالِ فضل و کرم سے اوّلاً اپنے اس بندۂ حقیر کو اوائلِ عمر ہی سے اپنے کلام پاک سے ذہنی مناسبت اور قلبی اُنس عطا فرما دیا ــــــ اور ثانیاً تعلیم و تعلّمِ قرآن کے ضمن میں اُس کی حقیر مساعی کو اس درجہ بار آور اور مشکور و مقبول بنا دیا کہ اُس کے نام کو دنیا بھر میں کم از کم اردو بولنے والوں کی حد تک "دعوت رجوع الی القرآن" کے جلی عنوان کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

یہ دعوتِ رجوع الیَ القرآن اور تحریکِ تعلیم و تعلّمِ قرآن گذشتہ تیئیس چوبیس سالوں کے دوران جن جن مراحل سے گذری[1] اور اس اثنا میں اُس نے جو نشاناتِ راہ نصب کئے اُن کا متفرق تذکرہ وقتاً فوقتاً "حکمتِ قرآن" اور "میثاق" میں ہوتا رہا ہے، تاہم اس موقع پر جب کہ یہ دعوت و تحریک ربع صدی مکمل کیا چاہتی ہے، اور "مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور" بھی اپنا ستر ھواں سالانہ اجلاس منعقد کر رہی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایک مختصر مگر جامع رُوداد بھی مرتّب کر دی جائے' اور اس کے اب تک کے ثمرات و نتائج کا ایک سرسری جائزہ بھی لے لیا جائے تاکہ ایک جانب حکمِ خداوندی: "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" کی تعمیل ہو جائے، اور دوسری جانب نہ صرف یہ کہ موجودہ رفقاء و احباب اور اعوان و انصار کی ہمّت افزائی ہو، بلکہ اس راہ کے آئندہ مسافروں کو بھی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کا سامان ملے!

لاہور سے گیارہ سال باہر رہنے کے بعد، جب راقم اواخر ۱۹۶۵ء میں دوبارہ واردِ

---

[1] ہمارا خاندان نومبر ۱۹۴۷ء میں حصار (مشرقی پنجاب، حال ہریانہ) سے آگ اور خون (باقی اگلے صفحہ پر)

لاہور ہوا ، تو اس کے پیشِ نظر اصل مقصد تجدید و احیائے دین کی اُسی اصولی انقلابی تحریک کا احیاء تھا جس کے بیسویں صدی عیسوی کے داعیٔ اوّل تھے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور داعیٔ ثانی تھے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم ۔ مولانا آزاد نے ۱۹۲۰ء میں وقتی حالات اور مشکلات سے بددل ہونے کے باعث اپنا رُخ تبدیل کر کے جو خلاء پیدا کیا تھا ، اسے تو لگ بھگ بیس سال کے بعد پُر کر دیا تھا مولانا مودودی اور ان کی قائم کردہ جماعتِ اسلامی نے ، لیکن خود جماعتِ اسلامی نے ۱۹۴۷ء میں ایک وقتی ترغیب سے متأثر ہو کر اصولی اسلامی انقلابی تحریک کی بجائے اسلام پسند ، قومی ، سیاسی جماعت کا رول اختیار کر کے جو خلا پیدا کیا تھا اسے پُر کرنے کی کوشش ایک بہت بڑا چیلنج بھی تھی اور دین و ملّت کی اہم ترین ضرورت بھی ! ــــــ چنانچہ راقم نے لاہور منتقل ہو کر اپنی اصل توجہ اور سعی و جہد کو تو مرتکز رکھا اس مقصد پر ، لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ اُسے اپنے زمانۂ تعلیم اور اس کے بعد کے گیارہ سالوں کے دوران اللہ کے فضل و کرم سے ایک خصوصی اُنس پیدا ہو گیا تھا قرآن حکیم کے ساتھ اور خصوصی مناسبت حاصل ہو گئی تھی درسِ قرآن سے لہٰذا اپنی ذاتی حیثیت میں دعوت و تبلیغِ دین کی ایک حقیر سی کوشش کے طور پر آغاز کر دیا حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن کا ۔ جن کے ذریعے مطالعۂ قرآنِ

(تسلسل) کے دریا عبور کر کے واردِ لاہور ہوا تھا ۔ بعد میں والد صاحب مرحوم تو بسلسلۂ ملازمت کچھ عرصہ لاہور ، اور پھر قصور اور ستّو کی مقیم رہ کر بالآخر منٹگمری (حال ساہیوال) میں اقامت گزیں ہو گئے ، لیکن میں بسلسلۂ تعلیم سات سال لاہور ہی میں مقیم رہا ۔ (دو سال گورنمنٹ کالج لاہور برائے ایف ایس سی ۔ اور پانچ سال کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج برائے ایم بی بی ایس) ۔ اور اس عرصے کے دوران میری وابستگی اسلامی جمعیت طلبہ سے رہی ۔ نومبر ۱۹۵۴ء میں ایم بی بی ایس کی تکمیل کے بعد میں بھی ساہیوال منتقل ہو گیا ۔ چنانچہ وہیں جماعتِ اسلامی میں شمولیت بھی ہوئی ، اور اس سے علیحدگی بھی ـــ بعد ازاں کچھ عرصہ جماعتِ اسلامی سے علیحدہ ہونے والے بزرگوں کی جانب سے کسی نئی اجتماعی جدّ وجہد کے آغاز کا انتظار کرنے ـــ اور بالآخر اس سے مایوس ہونے پر اپنی ذاتی حیثیت ہی میں اقامتِ دین کی کسی نئی جدّ وجہد کے آغاز کے ارادے سے اواخر ۱۹۶۵ء میں لاہور مراجعت ہوئی ۔

حکیم کے ایک منتخب نصاب کے دروس کی صورت میں قرآن کے انقلابی فکر کی اشاعت اور اقامتِ دین یا اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے لئے مؤثر دعوت کا آغاز ہوگیا۔

جماعتِ اسلامی سے وابستہ لوگوں کو بالعموم، اور اُس کی بعد از تقسیم پالیسی سے اختلاف کے باعث علیحدگی اختیار کرنے والوں کو بالخصوص، بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لئے اوّلاً راقم نے اپنا وہ بیان جو دس سال قبل جماعت کی شوریٰ کی مقرر کردہ جائزہ کمیٹی کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا "تحریکِ جماعتِ اسلامی: ایک تحقیقی مطالعہ" کے نام سے شائع کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ماہنامہ 'میثاق' جس کی اشاعت کچھ عرصے سے مالی بحران کے باعث بند تھی، از سرِ نو جاری کر دیا۔ اور اس کے ذریعے ایک جانب "تحریکِ جماعتِ اسلامی" کی اشاعت پر جو ردِّعمل ظاہر ہوا اور اس پر جو تنقیدی تبصرے شائع ہوئے اُن کے ضمن میں ضروری وضاحتیں پیش کیں، اور دوسری جانب ۵۷-۱۹۵۶ء کے بحران کے بعد، دس سال میں جماعتِ اسلامی "از کجا تابہ کجا" پہنچ گئی تھی اُس کے جائزے کے لئے "تحریکِ جماعتِ اسلامی، حصہ دوم" کی تصنیف کے اعلان کے ساتھ اُس کے بابِ اوّل "نقضِ غزل" کی سلسلہ وار اشاعت شروع کر دی۔

"تحریکِ جماعتِ اسلامی" پر جو تبصرے اخبارات و جرائد میں شائع ہوئے، ان میں بجا طور پر جماعت سے علیحدہ ہونے والوں پر یہ گرفت کی گئی کہ انہوں نے علیحدگی کے بعد خود کوئی مثبت اجتماعی جدّوجہد کیوں شروع نہ کی۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے لکھا:

> "تدارک کی مؤثر ترین بلکہ اظہر من الشمس صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان جس بات کو سچ اور درست سمجھے اس کے صرف انفرادی اظہار پر اکتفا نہ کرے بلکہ اپنے ہم رائے وہم خیال اصحاب سے مل کر اپنے نزدیک سچ اور درست کو بروئے کار بھی لائے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جماعتِ اسلامی سے علیحدہ ہونے والوں نے اپنے اس اقدام کے بارے میں لکھا تو بہت کچھ ہے لیکن اب تک کوئی مثبت اقدام نہیں کیا۔"

اسی طرح روزنامہ کوہستان لاہور نے لکھا:

"اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک سوال قاری کے ذہن میں بڑی شدت کے ساتھ ابھرتا ہے کہ جماعت اسلامی کے بارے میں جن لوگوں کو شکایت تھی کہ وہ صحیح نہج پر کام نہیں کر رہی ہے اور اسی بنا پر وہ اس سے الگ ہوئے کیا انہوں نے علیحدگی کے بعد سے آج تک نو دس سال کے طویل مرحلہ میں اپنے اندازِ فکر کے مطابق کوئی کام بھی کیا۔ کیونکہ جہاں تک تحریکِ اسلامی کے نصب العین کا تعلّق ہے ان حضرات کو پہلے بھی اس سے اتفاق تھا اور اسی بنا پر یہ اس میں شامل ہوئے تھے اور آج بھی جب یہ کتاب طبع ہو کر سامنے آئی ہے انہوں نے اس نصب العین سے اختلاف نہیں کیا۔ ایسی صورت میں علیحدگی کے بعد بھی اس نصب العین کے لئے اپنے اندازِ فکر اور طریقِ کار کے مطابق کام کرنے کی ذمّہ داری سے بری الذمّہ نہیں ہو جاتے"

اور جماعت اسلامی ہند کے ترجمان ماہنامہ 'زندگی'، رام پور نے تو نہایت واضح انداز میں مشورہ دیا کہ:

"اس کتاب پر اپنا مختصر تبصرہ ختم کرتے ہوئے یہ بات پھر عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کو اپنی توجّہ اس پر مرکوز کرنی چاہیئے کہ جو لوگ انحراف کو سمجھ کر باہر آچکے ہیں وہ ایک مرکز پر جمع ہو کر ایک جماعت بن جائیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کا وہ کام انجام دیں جس کی محبت میں انہوں نے جماعتِ اسلامی پاکستان سے قطع تعلّق کیا ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب اس میں کامیاب ہو گئے تو یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

ان تبصروں کے جواب میں ضروری وضاحتوں کے ساتھ ساتھ راقم نے اس گرفت اور مشورہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے جماعتِ اسلامی سے علیحدگی اختیار کرنے والوں سے درخواست کی کہ اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں۔ چنانچہ 'میثاق'، اگست ۶۶ء میں تحریر کیا:

"ہمیں اس کوتاہی اور تقصیر کا صاف اعتراف ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ علیحدہ ہونے والوں پر جماعتِ اسلامی اور اس کے ہم خیال حضرات کا یہ الزام بالکل درست ہے کہ انہیں مجتمع ہو کر اس نہج پر کُلّی جدّوجُہد کا آغاز کر دینا چاہیئے تھا جس کو وہ صحیح سمجھتے تھے۔"

مزید برآں:

" یہ دوسرے رفقاء کے احساسات کی ترجمانی ہو نہ ہو، ہماری دیانت دارانہ رائے یہی ہے کہ اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، بہر حال اس معاملے میں ہم سب سے مجموعی طور پر کوتاہی ہوئی ہے اور اس 'الزام' کا اصل 'جواب' ہماری جانب سے یہی ہونا چاہیے کہ جماعتِ اسلامی کے طریقِ کار میں جن غلطیوں کی نشاندہی کر کے علیحدہ ہوئے تھے، ان سے پہلو بچا کر اُس مقصد کے لئے اجتماعی جدّ وجہد شروع کی جائے جس کے لئے جماعتِ اسلامی قائم ہوئی تھی ــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں ــــ آمین"

(تذکرہ وتبصرہ 'میثاق' لاہور بابت اگست ۱۹۶۶ء)

میرے اس واضح اعترافِ تقصیر اور مخلصانہ تذکیر وتنبیہ کا یہ نتیجہ تو فوری طور پر برآمد ہوگیا کہ جماعتِ اسلامی سے علیحدہ ہونے والے حضرات کے حلقے میں کسی نئی تعمیر وتنظیم کی خواہش نے از سرِ نو انگڑائی لی۔ چنانچہ اوّلاً جون ۱۹۶۷ء میں ایک نئی اسلامی تنظیم کے قیام کیلئے قرار دادِ تاسیس پر میرا اور سردار محمد اجمل خاں لغاری مرحوم کا اتفاق ہوا، پھر اس پر مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا عبد الغفار حسن، اور شیخ سلطان احمد (کراچی) نے بھی صاد فرمایا، بعد ازاں مؤخر الذکر دو بزرگوں کی مساعی سے اُسی کی اساس پر ستمبر ۱۹۶۷ء میں اجتماعِ رحیم یار خاں منعقد ہوا جس میں اچھی خاصی تعداد میں پُرانے رفقاء واحباب جمع ہوئے ــــ اور متذکرہ بالا قرار دادِ تاسیس کی توثیق کے علاوہ سات حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی جسے مجوّزہ تنظیم کے دستور اور لائحہ عمل کی تدوین کی ذمّہ داری سونپ دی گئی ــــ لیکن افسوس کہ اس کے فوراً بعد چند حوادث ایسے پیش آگئے کہ اس نئی تنظیم کا شیرازہ بندھنے سے پہلے ہی بکھر گیا۔ اور دوبارہ ع " آں قدح بشکست وآں ساقی نماند!" والی صورت پیدا ہوگئی۔ اور اس طرح صرف جماعتِ اسلامی کے ساتھ سابقہ تعلق کی قدرِ مشترک کی اساس پر کسی نئی اجتماعیت کے قیام کی یہ آخری اور نہایت بھرپور کوشش بھی ناکام ہوگئی۔ اور صاف محسوس ہوا کہ مسلسل دس سال تک کسی تنظیم یا تحریک سے عدم وابستگی کی بنا پر نہ صرف یہ کہ ولولے سرد اور جذبے ٹھنڈے پڑ چکے ہیں اور وہ صورت بتمام وکمال پیدا ہو چکی ہے کہ ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے — مسلماں نہیں، خاک کا ڈھیر ہے!

بلکہ اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ بات یہ — کہ تصوّرات اور نظریات کی گاڑی ریورس گیئر (REVERSE GEAR) میں پڑکر رجعتِ قہقری اختیار کر چکی ہے — فواحسرتاہ و یا اسفاً

راقم کو متذکرہ بالا کوشش کی ناکامی سے صدمہ تو بہت ہوا تھا لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اُس نے جلد ہی پورے معاملے کو مشیّتِ ایزدی کے حوالے کر کے اپنی پوری سعی و جُہد اور تمام توجّہات کو تعلیم و تعلّمِ قرآن پر مرتکز کر دیا اور آج محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کی ایک شان یہ ہے کہ "تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ " (آل عمران: ۲۷) اسی طرح اس کی قدرت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ ظاہری شر کے پردے میں سے خیر برآمد فرما دیتا ہے، بمصداقِ الفاظِ قرآنی "عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ " (البقرہ: ۲۱۶) — اس لئے کہ اس حادثے کے بعد جب راقم نے اپنی جملہ توانائیوں اور صلاحیتوں کو کامل یکسوئی کے ساتھ قرآن حکیم کے درس و تدریس اور نشر و اشاعت میں لگا دیا تو دیکھتے ہی دیکھتے لاہور کی فضا میں 'دعوتِ رجوع الی القرآن' کا غلغلہ بلند ہو گیا — اور تعلیم و تعلّمِ قرآن کی ایک جاندار تحریک کا آغاز ہو گیا۔ جس کے اثرات گذشتہ بائیس سالوں کے دوران بفضل اللہ و عونہٖ ' دنیا کے کونے کونے تک، جہاں بھی اُردو سمجھنے اور بولنے والے لوگ موجود ہیں، نہ صرف پہنچ گئے ہیں بلکہ دُور دراز گوشوں میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے از خود بڑھتے چلے جا رہے ہیں! یہاں تک کہ اس احقر الانام کو حق الیقین کی حد تک وثوق حاصل ہے کہ اگر ہماری شامتِ اعمال، یا تقصیرِ ہمّت اور کوتاہیٔ عمل کے باعث مملکتِ خداداد پاکستان میں یہ دعوتِ قرآنی انقلابِ اسلامی پر منتج نہ ہو سکی تو الفاظِ قرآنی: " فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ " (الانعام: ۸۹) کے مصداق اللہ تعالےٰ کسی اور خطۂ ارضی کو یہ سعادت لازماً عطا فرما دے گا کہ وہ قرآن کے اُس انقلابی فکر کو حرزِ جاں بنا کر جسے دورِ حاضر کے شعور کی سطح (LEVEL OF CONSCIOUSNESS) پر ایک مُؤثّر دعوت کی صورت دینے کی توفیق اللہ تعالےٰ نے اپنے اس عاجز بندے کو عطا فرمائی ہے، بالفعل " اسلام

کی نشاۃِ ثانیہ'' اور '' غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی'' کا گہوارہ بن جائے ــــــ اور وہ صورت عملاً پیدا ہو جائے جس کی پیشین گوئی اب سے ساٹھ ستّر سال قبل اُس مردِ قلندر نے کی تھی جس کا نام اقبالؔ تھا۔ یعنی ؎

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود — پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں — محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے!

اس سے قبل کہ اس قرآنی تحریک کے چوبیس سالہ سفر کے اہم نشاناتِ راہ اور سنگ ہائے میل کا تذکرہ کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقتِ واقعی کی جانب اشارہ کر دیا جائے کہ اس دعوتِ قرآنی نے ع " اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے!" کے مصداق بحمد اللہ تھوڑے ہی عرصے میں اپنے اعوان و انصار کی ایک جمعیت پیدا کر لی تو مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور سے قطع نظر جب راقم نے ۱۹۶۷ء والی قرارداد ہی کی اساس پر پورے آٹھ برس بعد ۱۹۷۵ء میں ازسرِنو دعوتِ تنظیم دی تو اس پر لبّیک کہنے والے اکیاسی (۸۱) افراد میں سے جماعتِ اسلامی سے سابقہ تعلق کی قدرِ مشترک کے حامل اشخاص تین چار سے زیادہ نہیں تھے، باقی سب کے سب اس دعوتِ قرآنی ہی کے شجرۂ طیبہ کے تازہ پھل تھے! گویا کہ موجودہ 'تنظیم اسلامی' بھی ع اُسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں" کے مصداق اسی دعوتِ قرآنی کے برگ و بار کی حیثیت رکھتی ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃ !!

'رجوع الی القرآن' کی جس دعوت، اور 'تعلیم و تعلّمِ قرآن' کی جس تحریک کے نمایاں نشاناتِ راہ اور اہم سنگ ہائے میل اس وقت صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے مطلوب ہیں، اس کے سفر کا آغاز ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے فوراً بعد اوائلِ اکتوبر میں ہوا تھا اور ان سطور کی تحریر کے

وقت (مارچ ۱۹۸۹ء) تک راقم کی عمرِ عزیز کے پورے ساڑھے تیئیس برس اس کی نذر ہو چکے ہیں! گویا حفیظؔ کے درجِ ذیل شعر میں نصف کے بجائے رُبع کا لفظ رکھ دیا جائے تو وہ راقم الحروف کے مناسبِ حال ہو جائے گا ؎

"تکمیل اور تدوینِ فن میں جو بھی حفیظؔ کا حصّہ ہے
نصف صدی کا قِصّہ ہے، دو چار برس کی بات نہیں!"

ان میں سے پہلے ساڑھے چھ برس راقم نے بالکل تنہا کام کیا۔ اس لئے کہ اس وقت نہ کوئی انجمن تھی، نہ تنظیم، ایک اشاعتی ادارہ تھا تو وہ بھی خالص ذاتی، ـــ اور اس بھری دنیا میں اللہ تعالےٰ کی غیبی تائید و نصرت اور اپنے ذاتی عزم و ہمت کے سوا کچھ میسّر تھا تو صرف مولانا امین احسن اصلاحی کی مشفقانہ 'سرپرستی' ـــ اور کچھ حقیقی بھائیوں کا تعاون!

ان سوا چھ سالوں میں سے بھی پہلے دو سالوں کے دوران، جیسے کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے راقم کی توجہات دو کاموں پر منقسم رہیں: ایک تنظیم اسلامی کا قیام اور دوسرے حلقہ ہائے مطالعۂ قرآن۔ اواخر اکتوبر ۱۹۶۷ء میں تنظیم اسلامی کی مجلسِ مشاورت کا جو اجلاس سکھر میں ہوا تھا اسی میں تنظیم کی بساط اصولی طور پر لپیٹ گئی تھی، لہٰذا اواخر ۶۷ء سے مارچ ۷۲ء تک گویا مسلسل ساڑھے چار برس[۱] راقم کی جملہ توانائیاں اور تمام اوقات دعوت رجوع الی القرآن، اور تحریکِ تعلیم و تعلّمِ قرآن کی داغ بیل ڈالنے میں صَرف ہوئے جس کے نتیجے میں مارچ ۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور وجود میں آئی۔

اس کے بعد کے تین سال اس دعوت اور تحریک کے شباب کا دور ہیں، اس لئے کہ اب راقم یکہ و تنہا نہیں تھا بلکہ ؎

"گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں!"

---

[۱] یہی وجہ ہے کہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور کی قراردادِ تاسیس میں یہ الفاظ شامل ہیں:
"اور چونکہ ہمیں اس ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خیالات سے کامل اتفاق ہے ـــ اور ہم اس کام کو نظرِ استحسان دیکھتے ہیں جو وہ گذشتہ ساڑھے چار سال سے کر رہے ہیں ـــ لہٰذا ......"

اور ــــ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر — راہ رو ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

کے مصداق اُس کی ذاتی مساعی کے ساتھ اعوان و انصار کی ایک جماعت کی محنت و مشقت اور خلوص و اخلاص کا سرمایہ بھی شامل ہوگیا تھا۔

مارچ ۱۹۷۵ء میں اسی دعوت رجوع الی القرآن اور تحریکِ تعلیم و تعلّم قرآن کی کوکھ سے تنظیمِ اسلامی نے جنم لیا۔ لہٰذا بعد کے چودہ سالوں کے دوران راقم کی توانائیاں پھر منقسم ہوگئیں۔ تاہم وابستگانِ انجمن کے تعاون و اشتراک اور جماعتی زندگی کی برکات کے طفیل قرآنی دعوت و تحریک کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی، چنانچہ اس چمنِ قرآنی کی اصل بہار کا عرصہ ۷۵ء تا ۸۲ء کے سات سال ہیں جن کے دوران کچھ اعوان و انصار کی محنت و مشقت اور کچھ خارجی اسباب کی بنا پر یہ دعوت و تحریک واقعۃً " LILY IN BLOOM " کی صورت اختیار کر گئی ــــ !

گذشتہ سات سالوں کے دوران ایک جانب تو تدریجاً ؎ "مضمحل ہوگئے قوائے غالب!" کا طبعی ظہور ہوا، اور دوسری جانب تنظیم اسلامی کے مسائل و معاملات نے بھی وقت اور قوت میں سے ضروری حصہ وصول کرنا شروع کر دیا لہٰذا فطری طور پر تعلیم و تعلّم قرآن کے ضمن میں راقم کی ذاتی مساعی کا حصہ کم ہوتا چلا گیا، تاہم چونکہ اب بحمد اللہ ایک جانب ایک منظم انجمن اور مستحکم ادارہ بھی موجود ہے، اور دوسری جانب بفضلہٖ تعالیٰ میرے اپنے فرزندوں سمیت نوجوانوں کی ایک معتدبہ تعداد بھی اس مشن کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی اہلیت کا ثبوت دے چکی ہے ــــ لہٰذا میں مطمئن ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز دعوتِ رجوع الی القرآن و تحریکِ تعلیم و تعلّم قرآن "اسلام کی نشأۃِ ثانیہ" اور دینِ حق کے عالمی غلبے کی منزل کی جانب پیش قدمی جاری رکھے گا! اَللّٰھُمَّ اٰمین!!

اور ان سطور کی تحریر کے وقت، جبکہ حیاتِ مستعار کے بحساب شمسی ستاون اور بحساب قمری اُنسٹھ برس پورے ہونے کو ہیں، اور میں اپنے آپ کو دنیا کے مقابلے میں آخرت سے قریب تر محسوس کرتا ہوں بحمد اللہ دل کو یہ گہرا اطمینان حاصل ہے کہ ؎ "جنوں میں جتنی بھی گذری